قاری محمد طیبؒ بحیثیت سیرت نگار

Qari Muhammad Tayyab as seerah Writer

سید ثناءاللہ*

پروفیسر ڈاکٹر سید حیدر شاہ**

Abstract

The present study highlights to contribution of Qari Muhammad tayyab in Islamic assistance has widened the scope of the study. He was not only a knowledgeable scholar but also a verbose, philosophic, logical and sophisticated speaker. His speeches have disseminated a throng of information among the people. He had a deep concerns with the preaching of Islamic teaching. He remained the part of dewband maddersa for long while, where he replete the student with knowledge of islam in addition, qari Muhammad tayyab was a very innovative and revolutionary poet. His poetic nature can be seen his poetries through his writings- Qari has done many comparative studies, such as science and islam, Islam and Christianity, linguistic problems and Hindustan, presidential speech of mumbia and many others studies. His knowledge of history could be Cleary observed in his books of history. Such books include the history of dar-ul–uloom dewband, the history of hijaz muqaddas. His aids in many others fields like Islamic equity ,problems of fate, a journey to Afghanistan , the principles of preaching are adorable, tidies. To the gathered and analyzed data, his additions to the Islamic studies are abound and will always enlighten the ways for the scholars and would always appreciate the new researchers.

Keywords: Qari Muhammad tayyab, scholar, Writer, preacher.

---

* M.Phil Research Scholar, Deptt: of Islamic Studies, UOB, Quetta.

**Professor®, Department of Islamic Studies, UOB, Quetta

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ 1315ھ، مطابق 1898ء میں پیدا ہوئے۔
آپ کا تاریخی نام مظفر الدین ہے۔ 7 سال کی عمر میں دار العلوم میں داخل ہوئے، ممتاز بزرگوں کے عظیم الشان اجتماع میں مکتب نشینی کی تقریب عمل میں آئی۔ دو سال کی قلیل ترین مدت میں قرآن مجید قرأت و تجوید کے ساتھ حفظ کیا، پانچ سال فارسی اور ریاضی کے درجات میں تعلیم حاصل کر کے عربی کا نصاب شروع کیا۔ دوران تعلیم میں امام المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور پھر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اعلی پیانے اور مخصوص طریق پر آپ کی تعلیم و تربیت کی، حدیث کی خصوصی سند آپ کو وقت کے مشاہیر علماواساتذہ سے حاصل ہوئی ۔1931ء میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے خلافت حاصل ہوئی۔ اساتذہ میں مشہور علمائے دین علامہ انور شاہ کشمیریؒ، عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا اصغر حسینؒ جیسے جید علماء شامل ہیں۔ علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے دار العلوم دیوبند میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، ذاتی علم و فضل، ذہانت و ذکاوت اور آبائی نسبت و وجاہت کے باعث بہت جلد طلبہ کے حلقے میں آپ کے ساتھ گرویدگی پیدا ہو گئی، اوائل 1341ھ مطابق 1924ء میں نائب مہتمم کے منصب پر آپ کا تقرر کیا گیا، 1928ء تک آپ اپنے والد ماجد مولانا محمد احمدؒ اور مولانا حبیب الرحمٰنؒ کی زیر نگرانی ادارۂ اہتمام کے انتظامی معاملات میں حصہ لیتے رہے، 1929ء میں مولانا حبیب الرحمٰنؒ کے انتقال کے بعد آپ کو مہتمم بنایا گیا۔ سابقہ تجربۂ اہلیت کار اور آبائی نسبت کے پیش نظر یہ ثابت ہو چکا تھا کہ آپ کی ذات میں اہتمام دار العلوم کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ چنانچہ مہتمم ہونے کے بعد آپ کو اپنے علم و فضل اور خاندانی وجاہت و اثر کی بنا پر ملک میں بہت جلد مقبولیت اور عظمت حاصل ہو گئی، جس سے دار العلوم کی عظمت و شہرت کو کافی فوائد حاصل ہوئے۔ آپ حدیث کی اونچی اونچی کتابیں پڑھاتے تھے۔ 1339ھ میں آپ شیخ الہند مولانا محمود

الحسنؒ سے بیعت ہوئے۔ان کے وصال کے بعد1350ھ میں حکیم الامت مولانااشرف علی تھانویؒ نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک ملت اسلامیہ کے لیے خدمات انجام دیں۔ 1980ء میں جشن آغاز دارالعلوم دیوبند کے بعد حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کی صحت بہت تیزی سے بدلنے لگی۔ پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود آپ اپنی قیام گاہ پر لوگوں سے ملاقات فرماتے تھے۔ بالآخر یوم اجل آگیااو1980ء ر17جولائی1983 مطابق 6شوال1403ھ بروز اتوار آپ اپنے اعمال حسنہ کی جزاء پانے کے لیے داعیٔ اجل سے جاملے۔آپ کی نماز جنازہ دارالعلوم دیوبند کے احاطہ میں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نے پڑھائی۔آپ کے جسد خاکی بانیٔ دارالعلوم دیوبند حجۃالاسلام مولانا محمد قاسم النانوتویؒ کے قریب سپرد خاک کیا گیا[1]۔

خطابت و تقریر کی طرح تحریر و تصنیف پر بھی کمال قدرت حاصل تھی،آپ کی تصانیف کی تعداد کافی ہے۔ جن میں التشبہ فی الاسلام، مشاہیر امت، کلمات طیبات، اطیب الثمر فی مسئلۃ القضاء والقدر، سائنس اور اسلام، تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام، مسئلۂ زبان اردو ہندوستان میں، دین و سیاست، اسباب عروج وزوالِ اقوام، اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام، الاجتہاد والتقلید، اصول دعوتِ اسلام، اسلامی مساوات، تفسیر سورۂ فیل، فطری حکومت وغیرہ کافی مشہور ہیں۔اس مقالے میں ہم قاری محمد طیبؒ کے سیرت کے حوالے سے خدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ کی صحیح تعریف کے حوالے سے حکیم الاسلامؒ لکھتے ہیں کہ :12ربیع الاول کو ایک ذات مقدس کو اللہ تعالیٰ نے نمایاں کیا کہ اس سے زیادہ حسین و جمیل ذات نہ پہلے عالم میں پیدا ہوئی تھی نہ بعد میں پیدا ہوگی۔ایک کامل نقشہ انسانیت کا ایسا پیش کیا گیا کہ اس زیادہ حسین و جمیل نقشہ دوسرا نہیں ہے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جیسا سانچہ ہوتا ہے ویسی ہی اس میں چیز ڈھلی

ہوتی ہے، سانچہ مکمل ہے تو جو چیز ڈھلے گی وہ بھی مکمل ہو گی، سانچہ اگر بے پیندہ کا ہے تو جو اس میں ڈھالو گے وہ بھی بے پیندہ کا ہو گا تو جب سراپا قد و قامت اور نقشہ، قلب مکمل تھا تو حقیقت بھی تو اتنی ہی مکمل آنی چاہئے تھی، اس لئے جیسا جمال بے نظیر تھا، ویسا ہی کمال جو اس میں بھرا ہوا تھا، وہ بھی بے نظیر تھا۔ اس کمال ہی کا نام سیرت نبوی ﷺ ہے، اسی کمال سے آپ ﷺ کی عادتیں آپ ﷺ کے افعال، آپ ﷺ کے خصائل پیدا ہوئے۔ تو ایک ہے شمائل، شمائل کہتے ہیں ظاہری خصائل کو اور خصائل کہتے ہیں باطنی خصلتوں کو، یعنی اخلاق کو، عادات کو، کمالات کو، تو جب شمائل اعلیٰ ہو گے، نقشہ بے نظیر تھا تو جو چیز ڈھلی ہوئی تھی وہ بھی بے نظیر تھی، تو جیسے صورت اعلیٰ تھی، سیرت بھی اعلیٰ تھی، اس واسطے میں نے عرض کیا صورت خود مقصود نہیں ہوتی، صورت سیرت کے دکھلانے کا آئینہ ہوتی ہے، صورت پہچاننے کا ذریعہ ہوتی ہے، کسی شخص کو دیکھ کر جب آپ پہچانتے ہیں تو صورت دیکھ کر ہی پہچانتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے یعنی اس کی حقیقت کیسی؟ تو پہلا ذریعہ پہچاننے کا صورت ہے تو ذریعہ تعارف ہے صورت، حقیقت میں جو چیز پہچاننے کی ہے، وہ ہے جو صورت کے اندر ڈھلی ہوتی ہے، اس کا نام سیرت ہے تو صورت محمدی ﷺ سیرت محمدی ﷺ کا پہچاننے وسیلہ بنی، دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ ولادت جسمانی زریعہ بنی، ولادت روحانی پہچاننے کا کہ اس ذات کو ظاہر کیا جائے، اس ذات سے دنیا کے لئے پھر کمالات نمایاں ہوں تاکہ دنیا ان کمالات پر چل کر خود سعادت حاصل کرے۔

حضور ﷺ کی ولادت طیبہ کا ذکر حقیقۃً عین عبادت ہے، اور اللہ کے نزدیک بڑی بھاری اطاعت اور قربت ہے اور سارے کمالات و برکات کا سرچشمہ ہے، اس لئے میلاد النبیؐ کا تذکرہ ایک عظیم نعمت ہے، جو مسلمان کو عطا کی گئی۔ لیکن میں ولادت کے بجائے حضور ﷺ کی دو ولادتوں کا ذکر کروں گا۔ ممکن ہے کہ آپ کو یہ سن کر حیرت ہو کہ ولادت تو ایک ہی ہوتی ہے، پیدائش ایک

مرتبہ ہوتی ہے تو دو ولادتیں کیسی؟ لیکن میری گزارشات کے بعد آپ کو معلوم ہوگا کہ حقیقۃ نبی کریم ﷺ کی دو ہی ولادتیں ہو گئیں۔ایک ولادت باسعادت تو 12 یا 8، ربیع الاول کو علی اختلاف الاقوال ہوئیں، اور ایک ولادت حضور ﷺ کی چالیس برس کے بعد ہوئی، یعنی روحانی ولادت، جب سے آپ نبی اور پیغمبر کی حیثیت سے دنیا میں ظاہر ہوئے، 12 ربیع الاول کو ولادت جسمانی ہوئی اور 40 برس بعد ولادت روحانی ہوئی جس کو ہم نبوت سے تعبیر کریں گے 12 ربیع الاول کو حضور ﷺ کا جمال دنیا میں ظاہر ہوا اور چالیس برس کے بعد حضور ﷺ کا کمال دنیا میں ظاہر ہوا۔ تو ایک جمال کی حیثیت سے ولادت ہے اور ایک کمال کی حیثت سے ولادت ہے، دونوں ولادتوں میں ہمارے لئے ان کا ذکر عبادت اور طاعت ہے، حضور ﷺ کا دنیا میں جمال ظاہر ہونا یہ بھی عالم کیلئے عظیم ترین نعمت ہے، اور آپ ﷺ کا کمال دنیا میں ظاہر ہونا یہ اس سے بھی بڑی نعمت ہے جو اللہ نے ہمیں عطاء فرمائی ہیں۔ تو جمال محمدی وہ بھی ایک ایسی امتیازی شان رکھتے ہیں کہ دنیا میں اتنا بڑا جمیل اور صاحب جمال پیدا نہیں ہوا جتنا کہ نبی کریم ﷺ جمال والے تھے، اور اتنا بڑا باکمال بھی کوئی پیدا نہیں ہوا کہ جتنے کمال والے آپ ﷺ تھے، تو دونوں ولادتیں امتیازی شان رکھتی ہیں، نہ ولادت، جسمانی کی نظیر ہے، نہ ولادتِ روحانی کی نظیر ہے، فرق اتنا ہے کہ 12 ربیع الاول کو ہمارے سامنے ظہور ہوا محمد بن عبداللہ کا اور 40 برس کے بعد ظہور ہوا محمد رسول اللہ ﷺ کا، اس وقت آپ ابن عبداللہ کی حیثیت سے دنیا میں آئے اور چالیس برس کے بعد رسول اللہ کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے[2]۔

نفس میلاد شریف کا ذکر تو سراپا خیر و برکت کا باعث ہے اللہ تعالی کی جانب سے اجر وثواب کی قوی امید بھی ہے اس پر ذکر میلاد تو اپنی جگہ پر ہمارے (علماء دیوبند کے) نزدیک تو آپ ﷺ کے نعلین اور خاک پا کا ذکر بھی زبردست اجر وثواب کا باعث ہے چنانچہ قاری صاحبؒ میلاد النبی ﷺ کی حقیقت میں رقم طراز ہے کہ:

میری حیرت کی اس وقت کوئی انتہاء نہیں رہتی جب دیکھتا ہوں کہ میلاد نبوی جو عبدیت کاملہ کی ایک کھلی دلیل تھی یا ذکر میلاد جو آپ کی ذکر عبدیت کا واقعی مرادف تھا قوم نے آج اسی ذکر کو آپ کی الوہیت کے اثبات کا ذریعہ بنالیا اور بعض مجالس میلاد میں آپ کے ایسی صفات ثابت کرنی شروع کردیں جو آپکو عبودیت سے نکال کر معبودیت کے رنگ میں نمایاں کردیں تعجب ہے جو چیز اظہار عبودیت پر ایک واضح دلالت تھی آج اسی چیز کو اظہار معبودیت کا ذریعہ بنایا جارہا ہے پھر جب کہ اس قوم نے آپ کے لئے اوصاف معبودیت ثابت کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں لا محالہ ذکر میلاد میں اپنی طرف سے ایسی قیود و شرائط بھی اضافہ کرنے پڑے جس سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں کیونکہ نفس ذکر میلاد بلا کسی اختراعی قید و شرط کے کسی بھی طرح آپ کی معبودیت کی دلیل نہیں بن سکتا بلکہ صرف عبدیت کی۔ رہا مطلقاً ذکر میلاد جو ان قیود و شروط سے مبرا ہوا اجر و ثواب سے خالی نہیں بلکہ ایک زبردست فضیلت ہے اور آپ کے میلاد کا ذکر تو بہت بڑی چیز ہے ہمارے نزدیک تو آپ کی نعلین اور خاک پا کا ذکر بھی بڑے بڑے اجور و ثواب کے ذخیرے اپنے اندر رکھتا ہے[3]۔

ولادت جسمانی کا راز:

قاری صاحبؒ نے آپ کے ولادت شریفہ کو دو اقسام پر تقسیم کیا ہے۔ ولادت جسمانی اور ولادت روحانی۔ ولادت جسمانی کا مقصد جہاں ایک طرف آپ کے ولادت روحانی کے لئے ایک تمہید اور مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہیں وہی اس ولادت جسمانی کے ذریعے مخلوق خدا کے ذہنوں میں آپ کے مخلوقیت عبدیت اور بشریت کی حیثیت کو راسخ کرنا تھا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ اگر اگر مافوق العادت کسی طریقہ پر ہوتی یا آپ کے ساتھ کسی امتیازی سلوک کا برتاؤ کیا جاتا تو آپ ﷺ کو یہ مخلوق حضرت عیسیٰؑ کی طرح خدا کا بیٹا یا اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک بتاتے اس لئے آنحضرت ﷺ کی ولادت کو عام انسانی ولادت کی طرح رکھا گیا اس لئے کہ دنیا میں تلاش و تتبع بسیار

کے بعد جن حضرات کے ساتھ الوہیت کا زعم باندھا گیا وہ اس وجہ سے تھا کہ ان کی پیدائش کسی غیر عادی طریقے سے ہوئی تھی جیسے حضرت عیسیٰؑ، کہ ان کی ولادت اللہ تعالیٰ نے عام عادی طریقہ کے بجائے غیر عادی طریقہ پر کیا اس قوم نصاری آپ کے الوہیت کے دعویٰ دار بن گئے یا بعض لوگوں نے حضرت حوا کے غیر عادی پیدائش کو دیکھ عورت کو لائق پرستش جانا کب ان بندگان خدا کو جب کہ یہ بعض صفات کمال کا مظہر اتم تھے ان پر الوہیت کا دعوی کیا گیا تو آپ ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے تمام صفات کمال مظہر اتم ہیں آپ ﷺ کے بارے میں بطریقہ اولیٰ اس بات کا احتمال تھا کہ اگر آپ کی ولادت کسی غیر عادی طریق پر ہوتی تو آپ مسجود و معبود خلائق ہوتے اس لئے کہ ایک طرف تو آپ اللہ جل جلالہ کے صفات کمال کا مظہر اتم تھے اور آپ ﷺ کی یہ فرامین عالیہ ہوتے کہ: اول ما خلق نوری کنت نبیا وآدم بین الماء والطین[4] یا انا سید ولد آدم ولا فخر[5] اور دوسری طرف آپ کی ولادت باسعادت کسی غیر عادی طریقہ کے ذریعہ ہوتی تو یقیناً آپ کی قوم نے آپ کو معبود اور خالق سمجھ لینا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ولادت جسمانی کے ذریعہ آپ کی عبدیت، مخلوقیت اور بشریت کے صفات نمایاں کئے اور آنحضرت ﷺ سے بھی مختلف مواقع پر اس کا اظہار کرایا گیا اور خود اللہ جل جلالہ نے بھی قران کریم میں آپ کو جابجا عبد کے صفت سے متصف کیا ہے۔ چنانچہ قاری صاحبؒ رقم طراز ہے کہ: آنحضرت ﷺ کے عالم میں دو ظہور ہوئے ایک من حیث الانسانیت اسی کو میلاد جسمانی کہا جاتا ہے ایک من حیث الرسالت اس کو ہم نے میلاد معنوی یا شرعی سے تعبیر کیا ہے جو میلاد جسمانی کی غایت اور غرض ہے اور میلاد کی وجہ واضح کر چکے کہ آپ کیلئے مخلوقیت عبدیت اور بشریت کا اثبات تھا ورنہ آپ کی ذات عبدیت اور معبودیت کے درمیان ایک نقطہ اشتباہ بن جاتی جس سے توحید کے بجائے شرک کی جڑیں اور زیادہ مضبوط ہو جانے کا احتمال تھا[6]۔

ولادت روحانی کا راز:

میلاد معنوی یا میلاد شرعی یعنی آنحضرت ﷺ کا دنیا کی طرف مبعوث ہونا اس کا مقصد یہ ہے کہ عالم انسانیت کی اصلاح اور تہذیب نفس اور خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق کو قائم کرنا یہ جب ہی ممکن ہے کہ لوگوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی محبت اور عظمت قائم اور عالم انسانیت آپ ﷺ کی کامل اطاعت کرے اور آنحضرت ﷺ کی ہر بات کو بلاچون وچرا تسلیم کرے اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کیلئے مطاعیت اور مخدومیت کا پیغام یہی دوسری ولادت یعنی بعثت کے ذریعہ دیا گیا ہے آپ ﷺ من حیث الانسان واجب الاتباع نہیں ہے بلکہ من حیث الرسالت آپ ﷺ کی اتباع اور اطاعت واجب ہے محض ذاتی حیثیت سے صرف حق تعالی جل مجدہ کی ذات ہی واجب الاطاعت ہے اس لئے قرآن کریم میں جب انسانیت کو دین کی اطاعت پر برانگیختہ کیا تو تین قسم کی اطاعتوں کا حکم انسانیت کو دیا گیا ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ ۔[7]

ترجمہ: اے ایمان والوں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور اولوالامر لوگوں کی اطاعت کرو۔

اس آیت مبارکہ میں تین قسم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہیں ایک اللہ تعالٰی کی اطاعت کہ من حیث الذات جو ذات مطاع مطلق کی حیثیت رکھتا ہے وہ صرف اللہ تعالٰی کی ذات عالی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی من حیث الرسالت واجب ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو رسالت ملی تو اب آپ ﷺ کی اتباع تمام انسانیت پر واجب ہیں البتہ رسالت سے پہلے آپ ﷺ کی اطاعت واجب نہیں ہے رسالت ملنے کے بعد بھی اگر آپ ﷺ نے ذاتی حیثیت سے کوئی مشورہ دیا تو واجب الاطاعت نہیں ہے جس کا ذکر آپ ﷺ نے بار بار احادیث مبارکہ میں کیا اور تیسری اولوالامر کی اطاعت (علماء ربانین اور حکام) کی اطاعت اس حثییت سے واجب ہیں کہ وہ احکام الھیہ کی تنفیذ اور

اشاعت کا کام کرتے ہو چنانچہ حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں: حاصل یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے حقوق جوامت پر عائد ہوتے ہیں تین حقوق بنیادی ہیں محبت عظمت اور متابعت اگرانسان عاشق رسول ہے مگر عظمت نہیں رکھتا تو وہ یقیناً اتلاف حقوق کا مرتکب ہے عظمت و بڑائی رکھتا ہے مگر محبت نہیں رکھتا تو وہ بھی حق تلف ہے اور اگر محبت و عظمت رکھتا ہے اور متابعت نہیں رکھتا تو وہ بھی حق تلف ہے ادائے حقوق کی صورت اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ حضور ﷺ کی محبت، عظمت اور متابعت سے بیک وقت اس کا قلب اور قالب منور ہو اور اسکی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ ذکر رسول ﷺ کے سلسلے میں وہ محض ذکر ولادت جسمانی پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائے بلکہ ذکر ولادت روحانی اس سے زیادہ کرے تاکہ طریقہ نبوت کا عملی پروگرام ہمہ وقت اس کے سامنے رہے اس کا مطلب ذکر میلاد جسمانی کرے تو اپنی طرف سے اختراعی قیود کو لازم نہ کرے سادگی سے ذکر ولادت کرے[8]۔

آفتاب نبوت قاری صاحبؒ کی ایک تصنیف ہے جو آپ نے آنحضرت کی سیرت کے سلسلے میں تحریر فرمائی ہیں۔ یہ کتاب، آیت وَدَاعِيًا اِلَى اللهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا[9] میں سِرَاجًا مُّنِيْرًا کی تفصیلات ہیں یعنی ان دو لفظوں سے سیرت کے تمام مقامات کو کھول کر بیان کیا گیا ہے یہ آیت تمام مقامات سیرت اور تفصیلات سیرت کیلئے بنیاد اور محور ہے جس طرح کہ: وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا[10] والی آیت محدثین کے نزدیک اوامر اور نواہی کے تمام احکام کے لئے بنیاد ہے اور تمام احکام کی ساری روایتیں اس ایک آیت کی تشریح اور بیان بن کر واقع ہو رہی ہیں اسی طرح وَدَاعِيًا اِلَى اللهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا[11] کی آیت بھی تمام تر مقامات سیرت احادیث سیرت اور واقعات سیرت کیلئے متن اور مأخذ کی حیثیت رکھتی ہیں یہ آیت ان تمام مقامات سیرت کیلئے بمنزلہ تخم کے ہے جن پر سیرت طیبہ کا شجرہ طیبہ سمایا ہوا ہے چونکہ حضرت عائشہؓ کے بقول جب آپ سے کسی نے آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ کے بارے سوال کیا تو آپؓ نے

جواب میں ارشاد فرمایاکان خُلُقُهُ الْقُرْاٰن[12] کہ آپ کے اخلاق قران ہے اور قرآن کریم کی شان لا تنقضی عجائبہ یعنی آپ کی سیرت اور قرآن کریم دونوں فی الواقع یک جان دو قالب کی مانند ہیں تو قراں کریم کی طرح آپ ﷺ کی سیرت کے عجائبات بھی ختم نہیں ہونگے جس طرح قیام قیامت تک امت مسلمہ قرآن کریم کی تفسیر و تشریح پر طبع آزمائیاں کرتی رہیں گی ،اور ہر تفسیر میں اس کی نئی شان جلوہ گر ہونگے نئے نئے عجائبات امت مسلمہ کے سامنے کھلتے جائینگے اسی طرح سیرت مبارکہ میں قیامت تک طبع آزمائیاں ہوتی رہیں گی اور نئی نئی راہیں کھلتی محسوس ہوتی رہیں گی کہ یہ قرآن کریم اور آپ ﷺ کا ایک کھلا معجزہ ہے۔ قاری صاحب کے نزد یہ آیت سیرت کی تمام تفصیلات کے لئے بنیاد اور مأخذ ہے اس آیت میں ایک طرف تو سیرت طیبہ کی تمام تر تفصیلات آجاتی ہیں اور دوسری طرف جن وجوہات کی وجہ سے آپ ﷺ کی سیرت کو سابقہ تمام مقدس انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہے وہ تمام وجوہات اس آیت مبارکہ میں موجود ہے۔

قاری صاحبؒ کے نزدان مقامات سیرت اور سیرت طیبہ کی امتیازی خصوصیات کو قرآن کریم سے نکلتا ہوا دکھلانا اور قران کریم کی ایک مختصر آیت کی تمام تفصیلات سیرت کے لئے بنیاد اور مأخذ ہے۔ آپ کے نزد قرآن کریم صرف احکام اور اصول کیلئے دستور اور اساس نہیں ہے بلکہ سیرت اور مقام نبوت اور اخلاق نبوت کے لئے بھی بنیاد اور اساس ہے جس طرح احکام کی روایتیں آیات احکام کے لئے بیان واقع ہو رہی ہیں اسی طرح سیرت طیبہ کی روایتیں اس آیت کے لئے توضیح اور بیان بن کر واقع ہو رہی ہیں جب حضور ﷺ کی سیرت کا مأخذ اور بنیاد قرآن کی آیت بن گئی ہے اور واقعات کا دلالت قرآنی کے نیچے آجانے سے سیرت کے تمام پہلوؤں کی محض تاریخی حیثیت نہیں رہتی بلکہ ان میں قرآنی دلالت سے ایک گونہ قطعیت کی ایک شان آجاتی ہے ، جس سے وہ تاریخ کی سطح سے بلند ہو کر استناد حجیت کے اعلےٰ مقام پر پہنچ جاتے ہیں ،جو منکرین سیرت اور منکرین حدیث پر حجت بن

جائیں گے اور عاشقان سیرت نبوت کیلئے انشراح کامل اور انبساط کا ذریعہ ثابت ہونگے اور ادھر قرآن کریم اعجازی شان اور اس کے معجزانہ بیان کی ایک بلیغ ترین مثال بھی سامنے آجائے گی، جس سے واضح ہوگا کہ قرآن کریم ان بے شمار حقائق کے ذخیروں کو جو دفتروں میں نہیں سماسکتے وہ قرآن کریم کے ایک چھوٹے سے جملہ میں سماگئے ہیں اور بھی اس شان کے ساتھ کہ روایتی تفصیلات مل کر بھی مقصود کا وہ احاطہ نہیں کرسکتی جو قرآن کریم کا یہ اعجازی اجمال مدعا کو جامعیت کے ساتھ پیش کرنے میں اپنی شان دکھادیتا ہے۔ قاری صاحبؒ نے ان مقامات سیرت کو اس ایک آیت سے کس طرح کھول کر بیان کیا ہے۔اس آیت میں اللہ جل جلالہ نے آنحضرت ﷺ کو عالم کا سب سے بڑا داعی بنا کر پیش کیا ہے اور آپکی ساری داعیانہ کمالات اور تاریخ پر روشنی ڈالی ہے یعنی اس آیت میں اصل مقصود کلمہ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ ہے اور باقی کلمات شاھد، مبشر، نذیر اس کے مبادی کے طور پر ذکر کی گئی ہیں جس میں ساری سیرت نبوت پنہاں ہے کیونکہ دعوت میں بنیادی طور پر داعی کی ذات آتی ہیں کہ وہ صفت اور سند ہو اس کا ہر قول فعل کردار گفتار، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، رہن سہن، رلنا ملنا معاشرت معاملات وغیرہ سب حجت اور معیار کامل ہو اس کے بغیر اس کی دعوت حجت نہیں ہوسکتی گویا دعوت داعی کی ذاتی عظمت و کمال کے بغیر وجود پذیر نہیں ہوسکتی سو اس ذاتی کردار اور عظمت اور اس کی حجت کے تمام مقامات تو شاھد ان کے نیچے درج ہیں جن پر دعوت الی اللہ کی عمارت کھڑی ہوتی ہے پھر خود دعوت کے بھی کچھ اصول اور ارکان ہیں جن کے بغیر دعوت مکمل اور مؤثر نہیں ہوسکتی اور وہ ترغیب و ترہیب ہے جس کے بغیر دعوت کی تاثیر قوی نہیں ہوسکتی کہ مخاطبین دعوت اس دعوت کا اثر قبول کریں اور یہ سارے مؤثرات دعوت مبشر اور نذیر کے نیچے درج ہیں جن پر دعوت کی تکمیل اور تاثیر موقوف ہے اس لئے دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ سے پہلے شَاھِداً اور مبَشراً وَنَذِیراً کے کلمات لاکر دعوت الی اللہ کے ان دو مقاموں داعی کی ذاتی عظمت وشان اور یعنی انکا شاہد وحجت ہونا اور خود دعوت

کے اصول اور ارکان یعنی بشیری ونذیری سے ترغیب وترہیب کی طرف راہنمائی کی گئی ہے تاکہ داعی الی اللہ کی داعیانہ زندگی کے اصول ومبادی کی مکمل تصویر سامنے آجائے پھر دعوت کے ان اساسی کلمات شاہد مبشر نذیر کو بلا کسی شرط وقید کے علی الاطلاق لاکر اس دعوت کی عمومیت اور ہمہ گیریت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو در حقیقت ختم نبوت کا موضوع ہے اور آخر میں داعی اور دعوت کے ان ہمہ گیر پہلوؤں کو جوان کلمات میں دریابکوزہ کی مانند سمائے ہوئے ہیں سِرَاجًا مُّنِيْرًا کا کلمہ لاکر ان کے کھولنے کی راہ دکھلائی گئی ہیں جس سے سیرت ختم نبوت کے ان سارے پہلوؤں کا نقشہ اک دم سامنے آجاتا ہے پس آیت کا عمودی کلمہ جس پر اس آیت کے سارے مضامین گھوم رہے ہیں دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ ہے اور آیت کا تفہیمی اور تشریحی کلمہ جس سے یہ مضامین کھلتے ہیں سِرَاجًا مُّنِيْرًا ہے۔[13]

خلاصہ یہ کہ قاری محمد طیبؒ نے اصلاحی تقاریر کے ذریعے ہزاروں افراد کی اصلاح کی اور اپنے فیض علمی وروحانی سے ہزاروں لوگوں کو مستفیض ومستفید کیا۔ آپ کے بیان میں ٹھوس علمی مواد کے ساتھ حقائق واسرار شریعت اور تخلیق وایجاد مضامین آپ کا خاص حصہ رہے، جسے آپ کے اکابر واساتذہ بھی تسلیم کرتے تھے۔ آپ نے تدریسی، تبلیغی واصلاحی خدمات کے ساتھ علمی و تصنیفی خدمات بھی سرانجام دیں۔ آپ کے قلم فیض رقم سے سینکڑوں مقالات اور بہت سی تالیف منظر عام پر آئیں، جن میں سیرت بھی خاص موضوع رہا ہے۔ الغرض آپ نے تدریس تبلیغ، تقریر، تحریر اور تصنیف وتالیف میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں جو ناقابل فراموش ہیں۔ آپ ایک عظیم محدث ومفسر، خطیب وادیب، متکلم ومنتظم، محقق ومدبر اور ایک عارف وشیخ کامل تھے، ساری حیات اپنے شیخ ومرشد حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ کی تعلیمات وارشادات کے مطابق گزاری اور انہی کے مسلک ومشرب پر کاربند رہے۔ سیاسی نظریات میں بھی اپنے شیخ معظم حضرت تھانوی قدس سرہ کے پیروکار تھے، اسی لئے دو قومی نظریہ اور تحریک پاکستان کی تائید وحمایت فرماتے رہے۔

حوالہ جات

[1] بخاری، حافظ اکبر شاہ، پچاس جلیل القدر علماء، المیزان ناشران وتاجران کتب، لاہور، 2006ء، ص127

[2] قاری محمد طیب، میلاد النبی ﷺ کی حقیقت، مجموعہ رسائل حکیم الاسلام، لاہور، درالحسنی مکتبہ الاحرار، لاہور، اپریل 2011ء، ص183

[3] ایضاً، ص192

[4] ان الفاظ کے بارے میں محدثین نے "لا اصل لہ" فرمایا ہے، یعنی ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی کوئی صحیح کیا غلط سند تک نہیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ ابوہریرہ کی حدیث "وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ" حسن صحیح غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ یہی وہ مشہور حدیث ہے جس کی تشریح میں بعض حضرات حد سے زیادہ غلو کا شکار ہوئے ہیں حتی کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی تنقیص تک بات جا پہنچی ہے، حالانکہ اس میں صرف اتنی بات بیان ہوئی ہے کہ آدمؑ کی پیدائش سے پہلے میرے لیے نبوت کا فیصلہ (بطور تقدیر) کر دیا گیا تھا، ظاہر بات ہے کہ کسی کیلئے کسی بات کا فیصلہ روز ازل میں اللہ نے لکھ دیا تھا، اور روز ازل آدمؑ پیدائش سے پہلے۔ اس حدیث کے ثابت الفاظ یہی ہیں باقی دوسرے الفاظ ثابت نہیں ہیں جیسے "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین" اسی طرح "کنت نبیا ولا ماء ولا طین" وغیرہ۔

[5] ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، الجامع للترمذی، داراحیاء التراث، بیروت، باب فی فضل النبی ﷺ، حدیث 3615

[6] قاری محمد طیب، میلاد النبی ﷺ کی حقیقت، ص193

[7] النساء4:58

[8] قاری محمد طیب، میلاد النبی ﷺ کی حقیقت، ص198

[9] الاحزاب33:46

[10] الحشر59:7

[11] الاحزاب33:46

[12] حنبل، احمد بن حنبل، مسند، جلد8 صفحہ144

[13] قاری محمد طیب، آفتاب نبوت، ادارہ اسلامیات، کراچی، 1980ء، ص10-11